آنحضرتؐ کی سیاسی زندگی کے چند گوشے

جناب پروفیسر حافظ محمد یسین صاحب - انجنیئرنگ کالج - ٹیکسلا

تاریخِ انسانی میں چھٹی صدی عیسوی کو اس اعتبار سے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اس میں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا عظیم الشان واقعہ ظہور میں آیا - اس زمانے میں مختلف ملکوں کے حکمران بڑے بڑے پُرشکوہ خطابات کے ساتھ حکمرانی کی مسندوں پر متمکن تھے - اور لوگ ان کے قہر و جبروت سے ہر وقت لرزہ براندام رہتے تھے - یونان کے شہنشاہ کو بطلیموس کے لقب سے پکارا جاتا تھا، ترکوں کا حکمران خاقان کے لقب سے سرفراز تھا - فارس کے فرمانروا کو کسریٰ کا لقب عطا ہوا تھا - روم کا بادشاہ قیصر کہلاتا تھا - اور ملک حبش کے شہنشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا -

حکمرانی کے اعتبار سے یہ نہایت جبر و ستم کا دَور تھا اور اس عہد کی پوری انسانیت ان شخصی حکومتوں اور مطلق العنان فرمارواؤں کے تشدّد و مظالم کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی - کسی کو ان کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہ تھی اور کوئی ان کے حضور گردن اونچی کر کے کھڑا نہیں ہو سکتا تھا، سب کے سر جھکے ہوئے اور نگاہیں نیچی رہتی تھیں -

اس دَورِ تاریک اور عہد غلامی میں حضرت محمد مصطفٰے خلیفۃ اللہ اور رسول اللہ کے مقدس و مطہر خطابات سے سرفراز ہو کر دُنیا میں تشریف لائے اور ان کو چونکہ انسانی معاشرہ میں مبعوث کیا گیا تھا - لہٰذا وہ " محمد ؐ عبدہٗ و رسولہٗ کہلائے - مطلب یہ تھا کہ لوگ ان سے مانوس ہو جائیں اور یہ حقیقت ان کے ذہن میں راسخ ہو جائے کہ یہ انسان ہیں اور انہیں

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ انہی کے ذریعے سے صحت مند انسانی معاشرہ پیدا ہوگا، انہی کی جدوجہد سے انسانوں کی قسمت بدل جائے گی اور انہی کی تبلیغ سے انسانیت کا سر اونچا ہوگا اور ان میں ایسی سیاسی بیداری کروٹ لے گی جو رُوحانیت سے مالا مال ہوگی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی بعثت سے کفر کی تاریکی ختم ہوئی اور اسلام کا سورج طلوع ہوا، ظلم وستم نے رختِ سفر باندھا اور عدل وانصاف کا دور دورہ ہوا۔ غرور وتکبر کے صنم کدے منہدم ہوئے اور دُنیا میں اعتدال و توازن کی فضا پیدا ہوئی، حکومت کے ایوانوں سے شخصی اقتدار کا خاتمہ ہوا اور اسلامی جمہوریت اور دینی سیاست نے کروٹ لی۔ بُت پرستی کا پُرانا قلعہ زمیں بوس ہوا اور اس کے بجائے اللہ کے صاف ستھرے قوانین واحکام کا بول بالا ہوا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کرۂ ارض خدا کے نازل کردہ فرامین و ارشادات سے منوّر و تاباں ہوگیا۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ سب سے پہلے سطحِ ارض پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ اس کے بعد ان قوانین واحکام نے اپنی جھلک دکھائی جو اللہ کی طرف سے نازل فرمائے گئے اور انسانی فطرت کے ہم آہنگ ہیں۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی وہ معاشرہ وجود میں آیا جس نے اپنے پیغمبر کے حکم سے ان قوانین پر عمل وکردار کی بنیادیں استوار کیں۔ یہ ایسا پاکیزہ معاشرہ تھا جو اس سے قبل نہ چشمِ فلک نے دیکھا تھا اور نہ زمین کی پلیٹھ کبھی اس قسم کے لوگوں سے آشنا ہوئی تھی۔ وہ ایک مثالی معاشرہ تھا اور اس کا ہر فرد خیر و برکت کی بے پناہ دولت سے بہرہ ور تھا۔ یہ معاشرہ صرف تئیس سال کی مختصر ترین مدت میں زمین پر جلوہ گر ہوگیا تھا۔ اب پُرانے تصورات، پُرانی روایات اور پُرانی اقدار جن کا رُوحانی پاکیزگی اور اسلامی سیاست سے کوئی علاقہ نہ تھا، سب ختم ہوچکی تھیں۔ اس کی جگہ اسلام کا دور شروع ہوا۔ اسلام کی حکومت قائم ہوئی۔ اسلام کا نظامِ اجتماعی عالمِ وجود میں آیا۔ اور ہر سو خیر ہی خیر نظر آنے لگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے ابتدائی دور ہی سے یہ حقیقت واضح ہونے لگی تھی کہ رُوحانی پاکیزگی وطہارت کے ساتھ ساتھ ان میں حکومت کی ذمہ داری

اور دُنیا کی سیاسی قیادت و امامت کے آثار بھی بہ درجہ اتم موجود ہیں اور جس مذہب اسلام کی آپؐ لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں وہ دُنیا کی سب سے بڑی طاقت بن کر اُبھرے گا اور انسانیت کی بھلائی صرف اسی کی اتباع میں ہے۔

انسانی زندگی میں خواب کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پیدائش سے قبل خواب میں ایک سنہری زنجیر دیکھی جو مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اُن کی نسل میں ایک ایسی برگزیدہ شخصیت پیدا ہوگی جس کے زیرِ فرمان اہلِ مشرق بھی ہوں گے اور اہلِ مغرب بھی، یعنی تمام لوگ کسی نہ کسی انداز میں اس کے اطاعت گذار ہوں گے۔[1]

اسی طرح آپؐ کی والدہ مکرمہ آمنہ بنت وہب نے آپؐ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا، جس کی تعبیر یہ دی گئی کہ اُن کے ہاں ایک ایسا بچہ جنم لے گا جو ایک دُنیا کا سردار ہوگا۔[2]

ایک شخص خالد بن سعید نے آنحضرتؐ کی پیدائش سے کئی سال بعد خواب دیکھا کہ بئر زمزم سے روشنی کا فوارہ بلند ہو رہا ہے ــــ چنانچہ آنحضرتؐ نے جب اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور اُمتِ مسلمہ معرضِ تنظیم میں آنے لگی تو خالد بن سعید صرف اس خواب کی وجہ سے اسلام قبول کر کے مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔[3]

آنحضرتؐ جس سال پیدا ہوئے وہ واقعۂ فیل کا سال تھا یعنی یمن کا حبشی حکمران ابرہہ ہاتھی پر سوار ہو کر خانہ کعبہ کو ڈھا دینے کے لیے آیا۔ لیکن قانونِ خداوندی کا اس طرح ظہور ہوا کہ اس نے شکست کھا کر واپسی کی راہ لی۔ یہ واقعہ ابرہہ کی نیت کے اعتبار سے اپنے اندر بڑی سیاسی اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے

---

[1] روض الانف السہیلی، جلد اوّل ص ۱۰۵

[2] روض الانف (سہیلی) جلد اوّل ص ۱۰۵

[3] تاریخ کامل ابن الاثیر جلد اوّل ص ۱۶۲

بیت اللہ کو امن و سلامتی کے پُرعظمت مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ اولادِ اسماعیل نے اجتماعی طور پر اس کے تقدس کی حفاظت کی۔ آگے چل کر قصی بن کلاب نے ملک عرب میں اس کی سیاسی مرکزیت کو قائم رکھا۔ ابرہہ چاہتا تھا کہ اللہ کی حکمرانی کے اس مرکزی مقام کو منہدم کر دیا جائے۔ لیکن اللہ نے اس پر حملہ کرنے والوں کو بساطِ عالم سے مٹا دیا۔

جب عالمِ انسانیت کے مذہبی مرکز میں یہ واقعہ ایک بہت بڑے سیاسی واقعہ کی حیثیت سے رُونما ہو چکا تو اسی مقام پر اسی سال اس شخصیت کا ظہور ہوا جس کی جدوجہد میں مستقبل کی تمام دُنیا کا امن وابستہ تھا۔ تاریخ میں اسے عام الفیل کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ قدرتِ خداوندی کی کرشمہ سازیاں دیکھیے کہ فارس کی سرزمین پر اس سال نوشیروان عادل حکمران تھا اور یہ نوشیروان کا بیالیسواں سالِ جلوس تھا۔ صحیح ترین روایات کے مطابق آنحضرتؐ کی ولادتِ باسعادت دوشنبہ کے روز ۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔ کتبِ تاریخ میں مقامِ ولادت دار ابو یوسف کے نام سے معروف ہے۔[۱]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ یومِ اوّل سے یومِ آخر تک بے شمار سیاسی واقعات کا حسین ترین مرقع ہے۔ آپ کی ولادت سے پہلے اور ولادت کے وقت اگر اس دور کے مشاہیر مذہبی رہنماؤں کا یہ خیال تھا کہ عبدالمطلب کے گھر میں اقوامِ عالم کا سردار پیدا ہوگا تو پیدائش کے بعد اس خیال نے حقیقت کا روپ دھار لیا اور جو کچھ وہ سنتے یا کہتے آئے تھے، وہ باتیں واقعاتی صورت میں دُنیا کے سامنے جلوہ گر ہو گئیں۔

بہت سے ممتاز و مشہور مصنفوں نے آنحضرتؐ کی سیرت نگاری کا فریضہ انجام دیا ہے۔ جن میں علامہ سُہیلی کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے۔ وہ رقم طراز ہیں کہ حضرت آمنہ اپنے اس فرزندِ عالی مرتبت کی ولادت سے پہلے ہی آنے والے واقعات کی روشنی کی

---

[۱] تاریخ الامم والملوک طبری جلد ۲ صفحہ ۱۲۷

ایک جھلک دیکھ چکی تھیں۔ یہ روشنی کیا تھی جو آئندہ رونما ہونے والے واقعات کے پردے میں مستور تھی؟ یہ تھی آنے والے دور کی حکومت اور مستقبل کی فتوحات کا ابتدائی نظارہ[1]۔

رسول اکرمؐ اللہ کے آخری نبی تھے، سلسلۂ نبوت آپ کی دنیا میں تشریف آوری پر ختم ہوگیا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ اس عالم رنگ و بو کی حکومت کے کاموں اور کارناموں میں ایک انتہائی بالادست حکومت کے نائب کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپؐ نے لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ فرمایا کہ حکومت اور مذہب کے امتزاج ہی سے دنیا میں معتدل و متوازن نظام قائم ہوسکتا ہے اور انسانی معاشرہ کو راہِ مستقیم پر گامزن کرنے کا اصل ذریعہ یہی ہے۔ حکومت کا مطمحِ نظر خدمتِ مذہب ہونا چاہیے اور مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وسائلِ حکومت کو بروئے کار لانا چاہیے — اس اعتبار سے اگر معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ رسول اکرمؐ کا عہدِ مبارک سیاسی فرائض و تصورات کی انجام دہی کے لحاظ سے بھی اتنا ہی بے مثال تھا جتنا کہ نبی آخر الزمان کی حیثیت سے عدیم النظیر بلکہ کہنا چاہیے کہ سراسر اعجاز تھا۔

بارہ سال کی عمر میں آنحضرتؐ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کی غرض سے ملکِ شام کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ بُصریٰ کے قریب پہنچتے ہیں تو ایک عیسائی راہب سے ملاقات ہوتی ہے جس کا نام بَحیرا ہے۔ وہ آپؐ کو دیکھتا ہے تو اُسے آپؐ کی شخصیت میں ایسے جوہر نظر آتے ہیں جو دوسرے کسی شخص میں پائے نہیں جاتے۔ وہ اس پر نہایت تعجب کا اظہار کرتا ہے اور آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہتا ہے:

هٰذا سيد العالمين، هٰذا رسول رب العالمين، يبعثه الله رحمة للعالمين[2]

---

[1] روض الانف جلد اوّل ص ۱۱۱، ۱۱۲

[2] سیرتِ ابن ہشام جلد اوّل ص ۱۱۹

یعنی یہ شخص تمام دُنیا کا سردار ہے، اسے تمام دُنیا کے رب کی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے، اس کو اللہ نے کل عالم کے لیے باعثِ رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

یہاں سردار (یعنی سید) کے معنی سیاسی اعتبار سے سردار کے بھی ہیں اور نبی آخر الزماں اور اللہ کے فرستادہ اور دین اسلام کے داعی اور پیغمبر کے بھی ہیں۔ بحیرا راہب نے اہلِ قافلہ کو خاص طور سے ہدایت کی کہ اس بچے کو جس کا مستقبل درخشاں ہے سلطنت روم کی طرف نہ لے جانا، ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ اسے قتل کر دیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے تو دُنیا بھر کی حکومت وسیادت کی باگ ڈور ہاتھ میں لینا اور لوگوں کو دینی وسیاسی قیادت کا فریضہ سرانجام دینا ہے، اسے ہر قسم کے متوقع خطرے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ حضورؐ کی وفات کے فوراً بعد اسامہ کی فوجی مہم اسی علاقہ روم کی طرف روانہ کی گئی اور یہ وہ مہم تھی جو خود رسولِ اکرم نے بھیجنے کا قصد فرمایا تھا، مگر آپؐ کی رحلت کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ اور پھر آپؐ کے اس عزم کی تکمیل خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی۔ (باقی)

تصحیح

پروفیسر محمد سلیم صاحب کے مضمون "احیاءِ اسلام اور نفاذِ شریعت" میں حسب ذیل اغلاط کی تصحیح کر لیں۔ ص ۲۱۹ — ۱۸۵۷ء کے بجائے جنگ پلاسی کا سال ۱۷۵۷ء ہے۔ "کارن واس" کی جگہ "کارن والس" پڑھیں۔ ص ۲۲۱ خطبۂ صدارت "محمد علی جوہر" کے بجائے "محمد علی جناح" ہونا چاہیے۔ ص ۲۲۲ ۱۳ر مارچ کے بجائے ۱۲ر مارچ پڑھیں۔ (ادارہ)